معیشت کو ترقی دیجئے!

معاملہ سچ بولنے یا جھوٹ کو چھپانے کا نہیں ہے۔ حب الوطنی کا تقاضا یہ ہے کہ فہمیدہ طبقہ کی حقائق پر گہری نظر ہو۔ عرض کرتا چلوں کہ ملک سے شدید محبت ہماری تیسری نسل کے خون میں رچی بسی ہوئی ہے۔ تمہید اس لئے ضروری ہے کہ معاملات کو سنجیدگی سے پرکھنا اور اپنا نقطہ نظر پیش کرنا حد درجہ بہترین بات ہے۔ یہ تو اکثر بتایا جاتا ہے کہ ملک شدید سیاسی عدمِ استحکام کا شکار ہے۔ ویسے اس کو کم کرنے کی بجائے چند سیاسی جماعتیں زلزلے کو مزید بڑھاوا دے رہی ہیں۔ شاید انہیں ادراک نہیں کہ زمین جب کروٹ لیتی ہے تو مکان تو دور کی بات ہے، بڑے بڑے مضبوط قلعے زمین بوس ہو جاتے ہیں۔ سیاسی عدمِ استحکام تو خیر ہمارے ملک کی قسمت میں شروع ہی سے کاتب تقدیر نے لکھ ڈالا ہے۔ مگر اس سے منسلک نقصان کو اب بہت غیر معیاری طریقے سے چھپانے کی کوشش کی جا رہی ہے۔ دراصل ملک معاشی طور پر مکمل گراوٹ کا شکار ہو چکا ہے۔ صنعت و حرفت کا پہیہ جمود کا شکار ہے۔ معیشت کی شرح نمو، صرف اور صرف 2.7 فیصد بتائی جاتی ہے۔ اس میں سے اگر بڑھتی ہوئی آبادی کی شرح جو تقریباً 2 فیصد کے لگ بھگ ہے، نکال دی جائے تو یہ ترقی محض ایک فیصد سے بھی کم رہ جاتی ہے۔ قیامت خیز سچ ہے کہ اگر ہماری معیشت محض ایک فیصد پر ترقی کرنے کی جستجو کر رہی ہے تو جان لیجئے کہ اقتصادی طور پر ہم دیوالیہ ہو چکے ہیں۔ گھمبیر نکتہ یہ بھی ہے کہ 2.7 فیصد کی نمو، بین الاقوامی مالیاتی ادارے تسلیم کرنے کے لئے تیار نہیں ہیں۔ عین ممکن ہے کہ گروتھ ریٹ منفی ہو جو کہ ملکی حالات دیکھ کر صائب معلوم ہوتے ہیں۔ مختلف صنعتی اور تجارتی شعبوں کی بابت بات نہیں کر رہا۔ زبوں حالی ہر طرف سے ہمیں گھیر چکی ہے۔ سینکڑوں کی تعداد میں ٹیکسٹائل ملیں اور کارخانے بند ہونا، اب کوئی خبر نہیں رہی۔ قصہ کوتاہ یہ کہ دم توڑتی معیشت کو بہتر کرنے کی بجائے ہماری حکومت نے ایک ایسا بیانیہ ترتیب دینے کی کوشش کی ہے کہ تمام بربادی، پروپیگنڈے کی دھول میں چھپ جائے مگر موجودہ ذرائع ابلاغ میں ایسا کرنا اور ہونا ناممکن ہے۔

دلیل پر بات کرنی ضروری ہے۔ ماضی پر نظر ڈالیں۔ تو 71-1970 اور موجودہ حالات میں حیرت انگیز مماثلت ہے۔ ناکام ترین اقتصادی پالیسیاں نقصان پہنچا چکی تھیں۔ پرانے دور میں یحییٰ خان اور ان کی ٹیم کے پاس ملک کو سنوارنے کا کوئی ٹھوس منصوبہ موجود نہیں تھا۔ الیکشن کا نتیجہ کیا ہوا، کس ادارے نے طاقت، سیاست دانوں کو منتقل کرنے سے انکار کر دیا۔ یہ سب کو معلوم ہے۔ مگر یحییٰ خان اور ان کی ٹیم نے اس ناکامی کو چھپانے کے لئے ایک ایسا وطیرہ استعمال کیا جس کے نتائج کا ان کو بالکل ادراک نہیں تھا۔ وہ تھا کہ ہندوستان ہمارا دشمن ہے اور ہماری بربادی میں صرف اور صرف اسی کا ہاتھ ہے۔ لہٰذا ہندوستان کو نیست و نابود کرنا ہو گا۔ Crush India کے پوسٹرز اور سٹیکرز بنوا کر، مذہبی سیاسی جماعتوں سے ہر جگہ لگوائے جاتے تھے۔ اچھی طرح یاد ہے کہ میں اپنے والد محترم کے ہمراہ لاہور آیا تھا۔ سرخ بتی پر کار چیئرنگ کراس پر رکی ہوئی تھی، دو بندے آئے اور گاڑی کے پچھلے شیشے پر کرش انڈیا کا سٹیکر لگا کر چلتے بنے۔ مگر یہ تمام لفاظی تھی۔ جس بری طرح سیاسی معاملات کو ہینڈل کیا گیا، اس سے صرف اور صرف ملک ٹوٹا اور ہم پوری دنیا میں رسوا ہو گئے۔ ہمارے پیدا کردہ جنگی جنون نے ہندوستان کو وہ موقع دیا کہ پاکستان کے گھٹنے ٹکوا دیئے گئے۔ اس بحث میں نہیں جانا چاہتا کیونکہ دل دکھتا ہے۔ ویسے سچ یہ بھی ہے کہ ایوب خان کی اقتصادی پالیسیوں سے ملک بہر حال ترقی کر رہا تھا۔ مگر اس ترقی نے مشرقی پاکستان کو کسی بھی طریقے سے ثمر آور نہیں کیا۔

یہاں یہ کہنا درست سمجھتا ہوں کہ ہندوستان ہمارا دشمن ہے۔ اور ہمیں ہر طرز سے نقصان دینے کا کوئی موقع ہاتھ سے جانے نہیں دیتا۔ مگر 1970 کی غیر دانشمندی کو 2025ء میں دوبارہ اپنانا پہلے سے بھی زیادہ مہلک ثابت ہو سکتا ہے۔ کھوکھلے نعروں سے نہ جنگیں جیتی جاتی ہیں اور نہ ہی قومیں ترقی کر پاتی ہیں۔ سوال تو یہ ہے کہ ہم اپنی معیشت کو بہتر کرنے کی بجائے، لوگوں کو ایک ایسے جنگی جنون میں مبتلا کرنا چاہتے ہیں جس سے مجموعی طور پر کوئی فائدہ ہوتا نظر نہیں آتا۔ اس عالم میں، امن کی بات کرنے والا بڑی آسانی سے ملک دشمن اور غدار قرار دیا جا سکتا ہے۔ مگر صرف امن وہ راستہ ہے جس پر گامزن ہو کر ملک ترقی کر سکتا ہے۔ چین ایک بین الاقوامی معاشی طاقت ہے۔ اس کی جنگی صلاحیت warfare index 2025 کے حساب سے دنیا میں تیسرے نمبر پر ہے۔ کیا آپ نے کبھی سنا ہے کہ چین نے دنیا یا اپنا کوئی معاملہ، طاقت کے بل بوتے پر حل کرنے کی کوشش کی ہو۔ سوال ہی پیدا نہیں ہوتا۔ ہندوستان کے ساتھ چین کا سرحدی تنازعہ موجود ہے مگر اس علاقے کے لئے کبھی بھی، اس نے ریاستی قوت کا استعمال نہیں کیا۔ شاید آپ کے لئے یہ نکتہ اجنبی سا ہو کہ ہندوستان انڈکس کے حساب سے چوتھے نمبر پر ہے۔ یعنی چین کے فوراً بعد۔ مگر دونوں ملک اپنے تنازعات کو پرامن طریقے سے حل کرنے کی کوشش کرتے ہیں اور یہی دانش مندی ہے۔ مگر اس کے بالکل متضاد ہم لوگ، ہر معاملہ کو جنگ کی طرف لے کر جا رہے ہیں۔ پاکستان، انڈکس کے حساب سے بارہویں نمبر پر ہے۔ کوئی جذباتی بات نہیں کر رہا۔ ٹھوس حقائق کے مطابق، اپنے ملکی مفاد میں گزارش کرنا عین صائب ہے۔ ذرا اپنے مالی ذخائر تو دیکھئے۔ ہمارے ذخائر شرمناک حد تک کم ہیں۔ انیس بلین ڈالر، وہ رقم ہے جو سٹیٹ بینک اور نجی بینکوں میں موجود ہے۔ ہمسایہ ملک کے مالیاتی ریزرو 692 بلین ڈالر ہیں۔ انیس اور 692 بلین ڈالر میں کتنی خلیج ہے، فیصلہ آپ پر چھوڑتا ہوں۔ جذباتیت کے بغیر تمام قارئین سے پوچھنا چاہوں گا کہ کیا واقعی اتنی نحیف معیشت کے ساتھ ہمیں جنگ کی باتیں کرنا زیب دیتا ہے؟ کیا ہمیں امن کا راستہ اختیار کر کے، اپنی معیشت کو اوپر نہیں اٹھانا چاہئے؟ کیا واقعی جنگ ہماری دم توڑتی معیشت کے لئے زہر قاتل نہیں ہو گی؟

کسی بھی سیاسی جماعت کا خوشہ چین نہیں ہوں۔ اقتصادی بدحالی کے عروج میں ہمارے موجودہ وزیر اعظم نے گزشتہ تین برس میں 57 بیرونی دورے کئے۔ بڑی دیدہ زیب تصاویر میڈیا کی زینت بنیں۔ بیرونی دوروں کا مقصد کیا تھا اور ان سے کیا حاصل ہوا؟ یہ توجہ طلب بات ہے۔ وزیر اعظم اور ان کی اقتصادی ٹیم ملک میں کسی بھی طرح کی بیرونی سرمایہ کاری لانے میں کامیاب نہیں ہو سکی۔ ریکوڈک کا چورن بیچتے ہمیں بیس پچیس برس ہو چکے ہیں۔ ملکی ترقی تو چھوڑیئے، کیا اس سے بلوچستان میں خوشحالی کی لہر امڈ آئی ہے؟ بالکل نہیں۔ بلوچستان کا تو گلہ بھی یہی ہے کہ ان کے معدنیاتی ذخائر سے وصول شدہ رقم ان کی فلاح و بہبود پر خرچ نہیں ہو رہی۔ یہ کہنے میں کوئی عار نہیں ہے کہ پاکستان کی اقتصادی ٹیم، صرف اور صرف امریکہ کی آشیر باد سے بین الاقوامی اداروں سے قرض لینے میں کامیاب ہوئی ہے۔ یا ہمارے ناگفتہ بہ ملکی قومی ذخائر میں رول اوور کروا پا رہی ہے۔ دو چار ملک ہماری پریشانی کو دیکھتے ہوئے اپنے ڈالروں کو مزید عرصے کے لئے رکھوا دیتے ہیں۔ اس بے عزتی پر بھی ہم شادیانے بجاتے ہیں۔ اس کے علاوہ سب کچھ فسانہ ہے، کہانی ہے جس کی کوئی حقیقت نہیں ہے۔ لکھنے کو تو بہت کچھ ہے۔ حل کی طرف آنا اصل کام ہے۔ اور حل اب قطعاً آسان نہیں ہے۔ کڑوا سچ یہ ہے کہ دنیا میں سب سے طاقتور ملک اسرائیل ہے۔ امریکہ بھرپور طریقے سے اس کا طفیلی پارٹنر ہے۔ ابراہیمک معاہدہ، متعدد مسلمان ممالک تسلیم کر چکے ہیں۔ سعودی عرب کے اسرائیل سے قریبی روابط ہیں۔ چار دن کی ہندوستان سے لڑائی میں اسرائیل، اس کے ساتھ کھڑا ہوا تھا۔ کیا یہ بہتر نہیں ہے کہ پارلیمنٹ میں اِن کیمرہ بحث ہو کہ ہمیں ابراہیمک معاہدے کو تسلیم کرنا چاہئے؟ اور اگر نہیں تو ان کی وجوہات کیا ہوں گی؟ صرف دعائیں کرنے سے تو فلسطین کی کوئی مدد نہیں ہو سکتی۔ دوسرا، ہمیں ہندوستان اور افغانستان سے بھرپور تجارت کا ڈول ڈالنا چاہئے۔ کاروبار تو آج بھی تیسرے ملکوں کے ذریعے ہو رہا ہے۔ پھر اپنے بارڈر، تجارت کے لئے کھولنے میں کیا حرج ہے؟ یہ فیصلہ سیاسی اور عسکری سطح، دونوں پر ہونا چاہئے۔ ایک ڈیبیٹ ہونی چاہئے کہ ہمارے قومی مفادات کیا ہیں؟ اور ہم ان کو کس طرح محفوظ اور توانا کر سکتے ہیں۔ دہشت گردی، دو صوبوں میں تو خیر عروج پر ہے۔ کیا اسے ختم کرنا ہمارے لئے بہتر نہیں ہے؟ ہمسایہ ممالک سے تجارت، دہشت گردی کے کھیل کو بھی کنٹرول کر سکتی ہے۔

جزئیات میں جائے بغیر عرض کروں گا کہ موجودہ حالات ملک کے لئے قطعاً سازگار نہیں ہیں۔ ہمارے پاس غلطی کی گنجائش نہیں ہے۔ لوگ، ملک چھوڑ چھوڑ کر بھاگ رہے ہیں۔ ملٹی نیشنل کمپنیاں پاکستان کو خدا حافظ کہہ کر واپس جا رہی ہیں مگر ہندوستان میں یہی تجارتی ادارے، بڑے آرام سے کام کر رہے ہیں۔ حد درجہ خلوص سے بات کروں گا اپنا اقتصادی قد کاٹھ دیکھ کر بات کریں۔ ملک میں چناؤ کے ذریعے تبدیلی لے کر آئیں۔ بازی گروں سے نجات حاصل کریں اور اپنی اقتصادی حالت پر توجہ دیں، شاید اس سے حالات ٹھیک ہو جائیں؟